رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹

THE ALHAKAM WEEKLY QADIAN P.

احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جسکو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

الحکم قادیان

دور جدید

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

ماہوار ایڈیشن

بیا در بزم مستاں تا ببینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

ایڈیٹر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری
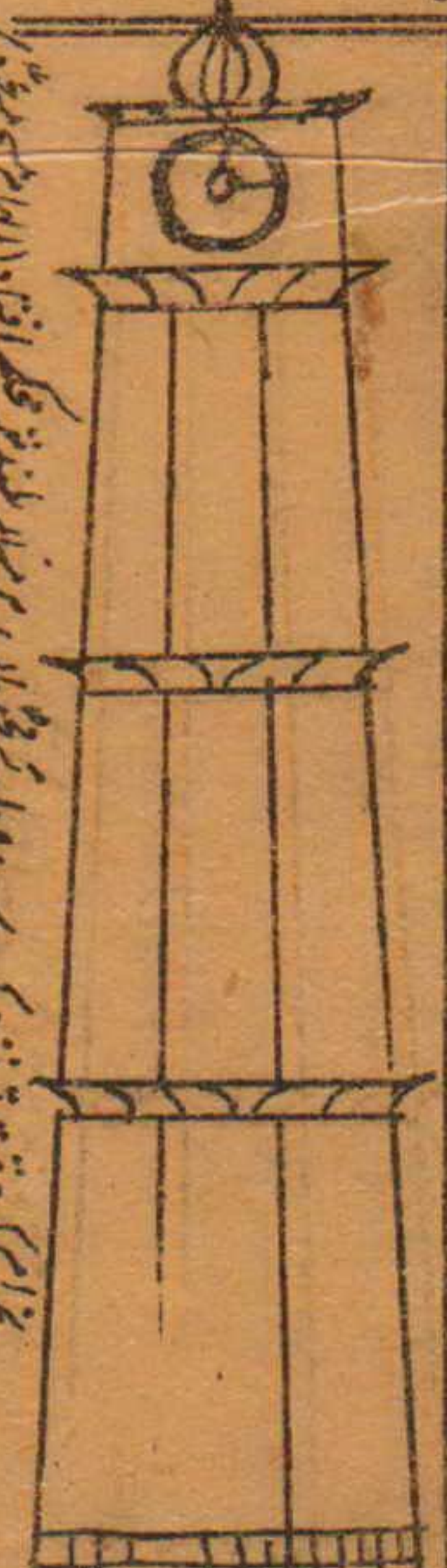
ممالک غیر سے ... مدیر مسیح ... ہر انگریزی ماہ کی ۷ و ۲۸ ... تاریخ کو قادیان دار الامان سے شائع

جلد ۳۹ | ۱۴/۱۳ محرم ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۸ مارچ / ۷ اپریل ۱۹۳۶ء یوم شنبہ و چہارشنبہ | نمبر ۱۱ و ۱۲

الحکم کے خاص نمبر کے لئے پہلی آواز

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اس زمانہ میں خطرناک حملے کئے جا رہے ہیں۔ ہندوستان کے تمام کونوں میں ایک زلزلہ عظیم پیدا ہے۔ حضور کے خدام اس تکلیف کو قلبی طور پر محسوس کرتے ہیں۔ اور بے بس ہو رہے ہیں۔ پنجاب اور ہندوستان کا پریس نہایت بے حیائی سے اس زمانہ کے راستباز پر حملے کرتا ہے۔ ان سب باتوں کا ایک ہی جواب ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالاتِ زندگی اور سیرت طیبہ کو بکثرت پھیلایا جائے اس غرض کے لئے حضور کے یومِ وصال ... پر الحکم کی طرف سے ہر سال ایک خاص نمبر شائع کیا جاتا ہے۔ اس سال بھی ایک خاص نمبر پوری آب و تاب کے ساتھ شائع ہوگا۔

ضرورت ہے۔ کہ فدایان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس اخبار کی بکثرت اشاعت کریں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی آواز بانی و مونس الحکم یعنی حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی قبلہ کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ کہ وہ اس سال الحکم کی اس آواز پر سب سے پہلے لبیک کہتے ہیں اور سَو کاپی کی قیمت ادا فرمائیں گے۔

الحکم ان کی سینکڑوں قربانیوں کا مجموعہ ہے۔ اور الحکم کے لئے انہوں نے کبھی کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا اب جبکہ وہ بعض کاروبار کے سلسلہ میں الحکم سے دور ہیں۔ انہوں نے الحکم کی خدمت کے لئے ایک جدید موقعہ ڈھونڈ لیا۔ اور اسکی اشاعت کی تحریک میں سب سے پہلے حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے۔ (آمین)

دوسری آواز

اس سلسلہ میں پروفیسر علی احمد صاحب کی آواز قابل قدر ہے۔ جنہوں نے ۲۵ کاپیوں کی خرید کا آرڈر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مال میں اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ میں کم از کم پچاس محبان مسیح موعود کو پکارتا ہوں۔ کہ وہ سَو سَو کاپی کا آرڈر دیکر سیرت مسیح موعود علیہ السلام کی اشاعت میں حصہ لیں۔

(محمود احمد عرفانی)

مسٹر کھوسلہ سشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے خلاف نیشنل لیگ قادیان کا دوسرا اجلاس

قادیان ۱۰ اپریل کل نو بجے شب نیشنل لیگ قادیان کا دوسرا جلسہ زیر صدارت جناب شیخ محمود احمد صاحب عرفانی مسجد خضر (?) کی چلٹ میدان میں منعقد ہوا۔ تلاوت و نظم کے بعد جناب ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب نے مسٹر کھوسلہ سشن جج گورداسپور کے فیصلہ پر اپنی لکھی ہوئی تنقید پیش کی۔ جس میں آپ نے سشن جج کے محمد امین کی موت اور طمانچہ کے استعمال کے متعلق ریمارکس کی مدلل طور پر تردید کی اور حقائق و شواہد کی رو سے ان کو غلط ثابت کیا۔

اس کے بعد جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق نے بمبئی میں احراریوں کی بربریت اور بہیمیت کا ذکر کیا جس کا مظاہرہ انہوں نے ایک احمدی بچے کو قبرستان میں دفن ہونے سے روکنے کی صورت میں کیا۔ اور مندرجہ ذیل قرارداد پیش کی۔

پہلی قرارداد

نیشنل لیگ قادیان کا یہ اجلاس بمبئی کے ان شریر الطبع اشخاص کی اس درندگی اور بہیمیت کے خلاف صدائے نفرت و ناراضگی بلند کرتا ہے۔ کہ انہوں نے جامۂ انسانیت کو چاک کر کے ایک معصوم احمدی بچے کی لاش کو دفن ہونے سے روکے رکھا۔ یہ ایسا قابل نفرت فعل ہے۔ جس پر انسانیت جس قدر ماتم کرے کم ہے۔ اس لئے یہ اجلاس وحشت اور بربریت کے اس مظاہرہ کو انتہائی نفرت و حقارت کے جذبات سے دیکھتا ہے۔

قرارداد باتفاق رائے پاس ہوئی۔

اس کے بعد الحاج مولوی عبدالرحیم صاحب نیر نے بمبئی کے اس واقعہ اور اخبار ہلال بمبئی کی فتنہ انگیزی کا مختصر ذکر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل ریزولیوشن پیش کیا۔

دوسری قرارداد

نیشنل لیگ قادیان کا یہ جلسہ بمبئی کے اخبار "الہلال" کے متعلق نفرت و ملامت کا اظہار کرتا ہے جس نے اپنی مختلف اشاعتوں میں احمدیوں کے خلاف بمبئی کی پبلک کو اشتعال دلایا۔ اور اکسایا ہے۔ اور لوگوں کو ان کے بائیکاٹ کرنے کی تحریک کی۔ اور اس سے بڑھ کر ۱۳ مارچ کے پرچے میں علم الدین۔ عبدالرشید اور عبدالقیوم وغیرہ کے اس فعل کی تعریف کی ہے۔ جو انہوں نے ہندوؤں کے قتل کرنے کی صورت میں کیا۔ اور اس سے اس کی غرض لوگوں کو احمدیوں کے قتل کرنے کی ترغیب دلانا ہے ہم اس خلاف انسانیت فعل پر اظہار نفرت و ملامت کے ساتھ ساتھ حکومت بمبئی کو بھی توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اخبار الہلال کے اس مجرمانہ فعل کے خلاف قانونی کارروائی کرے۔

یہ قرارداد بھی اتفاق رائے سے پاس ہوئی

ازاں بعد بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے حاضرین کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے بمبئی کے احمدیوں سے علی العموم اور بچہ کے والدین سے علی الخصوص دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے حسب ذیل قرارداد پیش کی جو متفقہ طور پر پاس ہوئی۔

تیسری قرارداد

نیشنل لیگ قادیان کا یہ اجلاس جماعت احمدیہ بمبئی کے ساتھ ان مظالم کے سلسلہ میں جو احرار کی طرف سے ان کے ساتھ ہو رہے ہیں۔ پوری ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ اور ان کو یقین دلاتا ہے۔ کہ ہماری دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔ نیز اس بچے کے والدین سے پوری ہمدردی کرتا ہے۔ جسے احرار نے قبرستان میں دفن ہونے سے روک دیا تھا۔

مولوی سید احمد صاحب مولوی فاضل افسر جیش نیشنل لیگ کور قادیان نے دانا زید کا کی نیشنل لیگ کور پر نوشہرہ کے احرار کے حملہ کی مذمت پر مشتمل حسب ذیل قرارداد پیش کی۔ جو باتفاق آراء پاس ہوئی۔

چوتھی قرارداد

نیشنل لیگ قادیان اور نیشنل لیگ کور کا یہ اجلاس احرار کے اس شرمناک ظلم کے خلاف جو انہوں نے پرامن رستہ گذرتے ہوئے ممبران نیشنل لیگ کور دانا زید کا پر پتھر برسانے گالیاں دینے اور دو نوجوانوں کو زخمی کرنے کی صورت میں کیا۔ صدائے احتجاج اور اظہار نفرت بلند کرتا ہے۔ اور ان احمدی نوجوانوں کو جو احرار کے ہاتھوں زخمی ہوئے مبارکباد دیتا ہے۔ کیونکہ نیشنل لیگ کور والوں میں سے سب سے پہلے انہیں کو اپنے خون کے قطرات کا ہدیہ پیش کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ قادیان کی نیشنل لیگ کور ان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔

پانچویں قرارداد

پانچویں قرارداد شیخ محمود احمد صاحب عرفانی نے پیش کی جو متفقہ طور پر پاس ہوئی۔ اور وہ حسب ذیل ہے۔

گورنمنٹ بمبئی نے احمدی بچے کو دفن کرانے کیلئے زمین دے کر اور احراری فتنہ کے دبانے کے لئے جو سعی کی ہے۔ اس سعی اور مہربانی کو یہ جلسہ نہایت امتنان سے دیکھتا ہے۔ اور شکریہ کا ووٹ پاس کرتا ہے اور امید کرتا ہے۔ کہ ہمارے پیش کردہ ریزولیوشنز پر پوری توجہ کی جائے گی۔

چھٹی قرارداد

آخری قرارداد جو متفقہ طور پر منظور کی گئی حسب ذیل ہے

قرار پایا۔ کہ ان ریزولیوشنز کی نقول حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز۔ صدر صاحب آل انڈیا نیشنل لیگ۔ متعلقہ افراد اور پریس کو بھجوائی جائیں۔ نیز ریزولیوشن نمبر ۱-۲-۵ کی نقول بمبئی گورنمنٹ کو بھجوائی جائیں۔

آخر میں جناب شیخ محمود احمد صاحب عرفانی نے تقریر کی جس میں ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور کے عیدگاہ کے متعلق رویہ کا ذکر کیا۔ مقدمہ کے دوران میں ماتحت عدالت سے مسل منگوا لینے اور نیز آغا عنایت اللہ احراری کے اس دروغگوئی کی حقیقت طشت از بام کی۔ جو اس نے ریل گاڑی سے باہر پھینکنے کے متعلق اخبارات میں شائع کرائی ہے اس ضمن میں پولیس کے اس کنسٹیبل کے غیر ذمہ دارانہ اور خلاف قانون رویہ کا بھی ذکر کیا۔ جو قادیان ریلوے سٹیشن پر دو معزز تعلیم یافتہ احمدی نوجوانوں سے سختی اور درشتی سے پیش آیا۔ اور انہیں چوبیس گھنٹے حراست میں رکھنے کی دھمکی دی۔ دعا کے بعد بارہ بجے کے قریب جلسہ برخاست ہوا

مدار!

حاکم کا اپنے در کے ہے دربان پر مدار
محکوم کا اگر ہے تو ہے جان پر مدار

درویش بینوا کا ہے اک نان پر مدار
بگڑے ہوئے امیر کا اک پان پر مدار

ہے میزباں کے ہاتھ میں مہماں کی آبرو
اور میزباں کی آب کا۔ مہمان پر مدار

احرار کا مجاہد و احسان پر مدار
اور خالصہ جوان کا کرپان پر مدار

امن و اماں کے بندوں کا تکیہ خدا پہ ہے
فتنہ فساد والوں کا شیطان پر مدار

کیا جانے وہ تجلّیٔ دیدار کی جھلک
جس کا ہو۔ خلد و حور پہ غلمان پر مدار

مذہب ہی کیا وہ جس میں ہوں قصے کہانیاں
دعوٰی پہ انحصار ہو۔ گمان پر مدار

مذہب وہ سچّا۔ دین وہ پکّا ہے جس کی ہو
بنیاد تو نشان پہ۔ برہان پر مدار

یہ موہبت ہے کسب کا اس میں نہیں ہے دخل
اس واسطے حسن کا ہے رحمان پر مدار

(حسن رہتاسی)

سیرت المہدی کا ایک ورق

حضرت عرفانی کبیر کے قلم سے

مہمانوں کیساتھ محبت و بے تکلفی

آپ اکرام ضیف کی نہ صرف تاکید فرماتے بلکہ عملاً اس کا سبق دیا کرتے۔ بارہا ایسا ہوا۔ کہ جب کوئی مہمان آیا۔ تو آپ بہ نفس نفیس اس کے لئے موسم کے لحاظ سے چاء یا لسی وغیرہ خود اٹھا کر بے تکلفی سے لے آتے۔ اور اصرار کر کے پلا دیا۔ ایسا بھی ہوتا کہ کوئی دوست قادیان سے ایام اقامت پورے کر کے رخصت ہوتا۔ تو آپ اس کے لئے راستہ کے لئے ناشتہ وغیرہ لے کر آجاتے۔ یا موسم کے لحاظ سے دودھ وغیرہ لے کر آتے۔ کبھی ایسا بھی ہوا۔ کہ تربیت کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے جو اس وقت بچے تھے۔ اٹھوا کر لاتے۔ (مرحوم حضرت میر حامد شاہ صاحب کا واقعہ دودھ)

عام طور پر اپنی تقریروں میں مجلسوں میں فرماتے رہتے۔ کہ ما انا من المتکلفین۔ ہمارے مہمانوں میں سے جو تکلیف کرتا ہے۔ اسے تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے جو ضرورت ہو اسے کہدیا کرو۔

آپ جب باہر کھانا کھایا کرتے تھے۔ تو سب سے آخر تک کھاتے رہتے۔ اور بہت ہی کم کھاتے تھے۔ سب سے آخر تک اس لئے کھاتے رہتے کہ اگر کوئی نیا مہمان کسی وجہ سے کھانے میں حیا کرتا ہے۔ تو یہ سمجھ کر کہ حضور کھا رہے ہیں۔ ہاتھ نہ اٹھا لے

مہمانوں کی خاطر داری میں آپ کے اخلاقی خوارق بے حد ہیں ایک مرتبہ ضلع جہلم کے دو شخص جو بہت ہی ضعیف العمر تھے حاضر ہوئے آپ سیر کو تشریف لے جا رہے تھے۔ وہ چل نہیں سکتے تھے۔ وہاں ہی کھڑے ہو گئے۔ اور دیر تک ان کے ساتھ باتیں کرتے رہے۔ جب دیکھا۔ کہ ان کے دل کے کنول کھل گئے ہیں۔ اور انہوں نے سعادت کبریٰ حاصل کر لی۔ تو آپ نے ان کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اور آپ معمولاً سیر کو چلے گئے۔ (اِم نومبر ۱۹۰۲ء)

گورداسپور مقدمات کے سلسلہ میں آپ ٹھہرے ہوئے تھے۔ بابا ہدایت اللہ صاحب جو پنجابی کے بڑے مشہور شاعر تھے انہوں نے اجازت چاہی۔ آپؑ نے ان کو فرمایا آپ جا کر کیا کریں گے۔ اگر کوئی تکلیف ہو تو بتا دو۔ اس کا انتظام کر دیا جاوے۔ پھر اس کے بعد عام طور پر آپؑ نے جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا۔ چونکہ آدمی بہت ہوتے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ کسی کی ضرورت کا علم نہ ہو اسلئے ہر شخص کو چاہیے۔ کہ جس شے کی اسے ضرورت ہو وہ بے تکلف کہدے۔ اور اگر جان بوجھ کر چھپاتا ہے۔ تو وہ گنہگار ہے۔ ہماری جماعت کا اصول ہی بے تکلفی ہے۔ اور بابا ہدایت اللہ صاحب کو مولوی سید سرور شاہ صاحب کے سپرد کر دیا۔ کہ آپ ان کی ضروریات اور آرام کا لحاظ رکھیں۔

خدام کی دلداری

(۱)

آپؑ یوں تو ہر آنے والے کے لئے ایک راحت و سکون کا چشمہ تھے۔ مگر آپ کا معمول یہ تھا۔ کہ اپنے خدام کے لئے کسی ایسے کام پر جو بظاہر مشقت اور تکلیف کا موجب ہو ایسے انداز میں دلداری فرماتے۔ کہ ساری کوفتیں دور ہو جاتی تھیں۔ یہانتک کہ بعض اوقات اگر بظاہر کوئی ایسی بات بھی ہو جاتی جو دنیاداروں کی نظروں میں شاید گردن زدنی ہو تو آپ ایسے رنگ میں اسکی تعبیر فرماتے۔ کہ مخلص خدام کی امید اور محبت کے جذبات میں ایک نئی حرارت اور جوش پیدا ہو جاتا۔

غالباً ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے۔ ظہر کی نماز کا وقت تھا حافظ معین الدین رضی اللہ عنہ جو حضرت کی محبت میں سرشار اور اسی میں زندہ رہتے تھے۔ رات کی بے خوابی کیوجہ سے اونگھ رہے تھے۔ وہ حضور کے پاس کھڑے ہوا کرتے تھے۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ انہوں نے بلا مبالغہ سینکڑوں راتوں کو حضرت کی خدمت اور پاؤں دبانے میں صبح کر دیا۔ اور وہ اپنی زندگی کی بہترین راتیں وہی سمجھتے تھے۔ اسی اونگھ میں حضرت کے اوپر گر پڑتے۔ اگر کوئی دنیادار ہوتا۔ خدا جانے اس بے ادبی اور غفلت کو کس قدر آشفتہ مزاج ہوتا۔ ظاہر ہے کہ حافظ صاحب کو کس قدر ندامت ہوئی۔ مگر آپؑ نے محسوس کیا۔ کہ معلوم نہیں دوسرے لوگ فرط محبت سے حافظ صاحب کے اس اضطراری فعل پر کیا کہیں۔ اسلئے جھٹ فرمایا۔

رات میری طبیعت خراب تھی تپ کی وجہ سے ساری رات غنودگی نہیں آئی۔ حافظ صاحب ساری رات جاگتے رہے۔ عشاء سے لیکر فجر تک نہیں سوئے۔

اس دلداری اور قدر دانی نے حافظ صاحب کی کوفت اور غم کو کس سرعت سے دور کیا۔ یہ بیان کرنے کی بات نہیں احساس شریف اور تصور بھی اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔

(۲)

آپؑ سیر کے لئے نکلتے۔ خدام نہایت ذوق اور شوق کے ساتھ مضطربانہ آپؑ کے قریب رہ کر چلتے۔ آپؑ معمولی رفتار سے چلتے۔ مگر نہایت سریع الرفتار تھے۔ اچھے اچھے چلنے والے دوڑ کر ساتھ ہوتے۔ اس دوڑ دھوپ میں بعض اوقات بعض کے پاؤں آپ کے پاؤں پر پڑتے۔ یا ٹھوکر لگتی اور آپ کا عصائے مبارک گر پڑتا۔ مگر کبھی ایک مرتبہ بھی تو آپ نے اپنی زبان سے نہ فرمایا۔ کہ پیچھے ہٹ کر چلو۔ کسی رنگ میں بھی اظہار ناراضگی نہ فرمایا۔

ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ میں سیر کو نہیں جاؤں گا۔ گرد بہت اڑتی ہے۔ کھانسی ہوتی ہے۔ اور اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ کسی شخص نے کہا۔ کہ حضور لوگ دوڑ کر آگے ہو جاتے ہیں اس وجہ سے گرد زیادہ اڑتی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں اس وجہ سے نہیں۔ بارش نہیں ہوئی اس لئے مٹی اکھڑی ہوئی ہے۔ اور وہ اڑتی ہے چنانچہ دو تین دن کے بعد بارش ہو گئی اور سیر کو جانے لگے۔ واقعہ بظاہر نہایت معمولی ہے۔ اور ایک حد تک حقیقت کو اپنے اندر رکھتا ہے۔

لوگ آپ کی باتیں سننے کے لئے دیوانہ وار دوڑتے ہوئے جاتے تھے۔ مگر آپ نے خدام کی دل شکنی اور ان پر کسی قسم کی سوءظنی کا الزام پسند نہ فرمایا۔ ان کے اس فعل کو ارادت و اخلاص کا نتیجہ سمجھتے ہوئے قابل قدر سمجھا۔ گو ان کی دوڑ دھوپ سے بھی گرد اٹھتی تھی۔ مگر اصل باعث بارش کا نہ ہونا قرار دیکر خدام کے اخلاص و محبت کے جذبات کو مجروح ہونے سے بچا لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی فضل اور فیضان کو جو بارش نہ ہونے کیوجہ سے آنے والوں کے لئے سیر میں نہ جانے سے رک رہا تھا بارش کر کے جاری کر دیا۔

(۳)

اسی طرح ایک دن مغرب کے بعد حضور تشریف فرما تھے اور لوگ پروانہ وار آگے بڑھ رہے تھے۔ ان میں دیہاتی زمیندار لوگ بھی تھے۔ جو اپنے لباس کی عمدگی اور صفائی کا زیادہ احتیاط سے خیال نہیں رکھ سکتے۔ ایک شخص نے پکار کر کہا کہ پیچھے ہٹ جاؤ۔ حضرت صاحب کو تکلیف ہوتی ہے۔ حضور کو اس کا یہ کہنا تو ناگوار ہوا۔ مگر آپ جانتے تھے کہ اسنے اپنے اخلاص کے لحاظ سے ایسا کہا۔ اور حضور اپنی شان اور مقام کے لحاظ سے ان لوگوں کے اخلاص و محبت کو دیکھتے تھے۔ جو آگے بڑھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔

کس کو کہا جائے۔ کہ پیچھے ہٹو۔ جو آتا ہے اخلاص و محبت لیکر آتا ہے۔ سینکڑوں کوس کا سفر کر کے یہ لوگ آتے ہیں۔ صرف اس لئے۔ کہ کوئی صحبت حاصل ہو۔ اور انہی کی خاطر خدا تعالیٰ نے سفارش کی ہے۔ ولا تصعر لخلق اللہ و تسئم من الناس یہ صرف غریبوں کے حق میں ہے جن کے کپڑے میلے ہوتے ہیں۔ اور جن کو چنداں علم بھی نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ کا فضل بھی ان کی دستگیری کرتا ہے۔ کیونکہ امیر لوگ تو مجلسوں میں آپ ہی پوچھے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک ان سے با اخلاق پیش آتا ہے۔

(۴)

آپؑ کو خصوصیت سے غرباء کے ساتھ محبت تھی۔ آپ کی خدمت خاص کا موقعہ بھی غرباء ہی کو ملتا تھا۔ مثلاً حضرت حافظ معین الدین صاحب۔ حضرت حافظ حامد علی صاحب۔ یا خانصاحب اکبر خاں۔ اور پھر یا جیسے لوگوں کو جو موقعہ خدمت کا ملا ہے۔ وہ بڑے بڑے دولتمندوں اور امراء کو نہیں ملا۔ بے شک انہوں نے اپنے اموال سے خدمت کی۔ مگر وہ خدمت اور اس کا سرور اور ثواب بیش قیمت ہے۔ جو ان پھٹے پرانے کپڑے والوں کو ملتا تھا۔ آپ نے بارہا فرمایا۔ کہ دین کا بڑا حصہ غرباء نے لیا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ فسق و فجور اور ظلم وغیرہ اکثر امراء کے حصہ میں آتا ہے۔ صلاحیت۔ تقویٰ اور عجز و نیاز غرباء کے حصہ میں ہے۔ اس لئے غرباء کو بد قسمت نہ خیال کرنا چاہیے۔

امراء کو حقوق اللہ میں خاص خدمت کا حصہ نہیں مل سکتا۔ کیونکہ غریب کو کسی خدمت سے عار نہیں۔ اور انکار نہیں۔ وہ پاؤں دبا سکتا ہے۔ پانی لا سکتا ہے۔ کپڑے دھو سکتا ہے اور بھی ادنیٰ سے ادنیٰ خدمت کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ نجاست پھینکنے کا موقعہ ہو تو بجا لا سکتا ہے۔ امراء کو ایسے کاموں سے عار ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ حدیث بالکل سچی ہے۔ کہ مساکین پانچسو برس اول جنت میں جائیں گے۔

ایک مخلص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ اس کے پھٹے ہوئے کپڑے تھے۔ شکل سے معلوم ہوتا تھا کہ شاید کچھ سوال کرے۔ مگر اس نے نہایت محبت اور اخلاص سے روپوں کی بھری ہوئی ایک باسنی میرے پیش کر دی۔ غرض آپ بار بار کارکنوں کو لنگر خانہ کے ملازموں کو ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ کہ محض کپڑے دیکھ کر کسی سے نفرت نہ کرو۔ یہی لوگ ہیں۔ جو میری جماعت میں سب سے زیادہ ہیں۔ اور سلسلہ کے کاموں میں سب سے بڑی امداد ان کی ہی ہے۔

(۵)

بنی نوع انسان کی ہمدردی کا اس قدر جوش آپ میں تھا۔ کہ اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے ایک مرتبہ اپنی یادداشت میں لکھا تھا۔ کہ خلق اللہ عیالی۔ اللہ کی مخلوق میرا کنبہ ہے فرمایا کرتے تھے۔ کہ میری تو یہ حالت ہے۔ کہ اگر کسی کو درد ہوتا ہو اور میں نماز میں مصروف ہوں۔ میرے کان میں اس کی آواز پہونچ جاوے۔ تو میں یہ چاہتا ہوں کہ نماز توڑ کر اس کو فائدہ پہونچا سکتا ہوں۔ تو پہنچاؤں۔ اور جہاں تک ممکن ہو اس سے ہمدردی کروں۔ اپنے تو درکنار میں تو یہ کہتا ہوں کہ غیروں اور ہندوؤں سے بھی ایسے اخلاق کا نمونہ دکھاؤ اور ان سے ہمدردی کرو۔ لا ابالی مزاج ہرگز نہیں ہونا چاہئے ایک مرتبہ کا واقعہ آپ نے خود بیان فرمایا۔ کہ آپ باہر کو نکلے۔ عبدالکریم نیو والی آپ کے ساتھ تھا۔ وہ ذرا آگے تھا اور میں پیچھے تھا۔ اور راستہ میں ایک بوڑھیا ۷۰-۷۵ برس کی ملی۔ اس نے اس کو کہا۔ کہ میرا خط پڑھ دو۔ اس نے اسے جھڑکیاں دیکر ہٹا دیا۔ میرے دل پر چوٹ لگی۔ اس نے وہ خط مجھے دیا۔ میں ٹھہر گیا۔ اور اسے پڑھ کر اچھی طرح سمجھایا۔ اس پر وہ بہت شرمندہ ہوا۔

فرمایا۔ میری تو یہ حالت ہے۔ کہ مرنے کے قریب ہو جاؤں تب روزہ چھوڑتا ہوں۔ طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی۔ یہ مبارک دن ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے نزول کے دن ہیں۔ (۱۴ جنوری سنہ ۱۹۰۰ء)

کلام میں بھی بناوٹ اور تکلف پسند نہ تھا بلکہ اللہ ہی کے لئے بولتے تھے

اس زمانہ میں بھی اور ہر زمانہ میں ہر ملک اور قوم کے خطیب لیکچرار اس مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ سوائے انبیاء علیہم السلام اور ان کے مخلصین متبعین کے۔ کہ لوگ ان کی تعریف کریں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان باتوں کو پسند نہ فرماتے تھے۔ آپ جو کچھ کہتے۔ خدا میں ہو کر اور خدا ہی کے لئے کہتے تھے اور اس کا آپ نے بارہا اظہار بھی فرمایا۔ چنانچہ ۲۸ دسمبر سنہ ۱۸۹۹ء کو سالانہ جلسہ کی تقریب پر جبکہ آپ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو فرمایا۔

"سب صاحبان متوجہ ہو کر سنیں۔ میں اپنی جماعت اور خود اپنی ذات اور اپنے نفس کے لئے بھی یہی چاہتا ہوں۔ کہ ظاہر قیل و قال جو لیکچروں میں ہوتی ہے۔ اس کو ہی پسند نہ کیا جائے۔ اور ساری غرض و غایت اسی پر ہی آکر نہ ٹھہر جاوے کہ بولنے والا کیسی جادو بھری تقریر کر رہا ہے۔ الفاظ میں کیسا زور ہے۔ میں اس بات پر راضی نہیں ہوتا۔ میں تو یہی پسند کرتا ہوں۔ اور نہ بناوٹ اور تکلف سے بلکہ میری طبیعت اور فطرت کا یہی اقتضا ہے۔

کہ جو کام ہو اللہ ہی کے لئے ہو جو بات ہو خدا کے واسطے ہو

اگر اللہ کی رضا اور اس کے احکام کی تعمیل میرا مقصد نہ ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ کہ مجھے تقریریں کرنی اور وعظ سنانا تو ایک طرف میں تو ہمیشہ خلوت ہی کو پسند کرتا ہوں۔ اور تنہائی میں وہ لذت پاتا ہوں۔ جو لفظ بیان نہیں کر سکتا۔ مگر کیا کروں بنی نوع انسان کی ہمدردی کھینچ کھینچ کر باہر لے آتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جس نے مجھے تبلیغ پر مامور کیا ہے

(۱۰ مارچ سنہ ۱۹۰۱ء)

اپنی تعریف کبھی پسند نہ تھی

حضرت مسیح موعودؑ خوشامد اور مبالغہ آمیز تعریف کو کبھی پسند نہ فرماتے تھے۔ حالانکہ آپ کے الہامات میں اللہ تعالیٰ نے جو آپ کی شان بیان کی ہے۔ اس کے بیان سے کبھی نہ رکتے تھے۔ خود اپنی ذات سے اپنی نسبت جو کچھ لکھا۔ اس میں حد درجہ کی انکساری کا اظہار ہے۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں۔

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا (۸ مئی سنہ ۱۹۰۱ء) کہ لوگ جناب کے اس فقرہ پر کہ میں مسیح اور حسین سے بڑھ کر ہوں بہت جھلا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو خوا مخواہ بلا کسی قسم کے استحقاق کے اپنے نفس محامد۔ مناقب اور صفات محمودہ سے موصوف کرنا چاہتے ہیں۔ گویا وہ یہ چاہتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کی کبریائی کی چادر آپ اوڑھ لیں۔ ایسے لوگ لعنتی ہوتے ہیں۔

دوسری قسم کے وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو طبعاً ہر قسم کی مدح وثنا اور منقبت سے نفرت اور کراہت کرتے ہیں۔ اور اگر وہ اپنے اختیار پر چھوڑ دئے جائیں تو دل سے پسند کرتے ہیں۔ کہ گوشہ گمنامی میں زندگی گذار دیں۔ مگر خدا تعالیٰ اپنے مصالح اور باریک حکمتوں کی بنا پر ان کی تعریف اور تحمید کرتا ہے۔ اور یہ درحقیقت ہونا بھی اسی طرح چاہئے۔ کیونکہ جن لوگوں کو وہ مامور کر کے بھیجتا ہے ان کی ماموریت سے اس کا منشاء یہ ہوتا ہے۔ کہ اس کی حمد وثنا اور جلال دنیا میں ظاہر ہو۔ سو اگر ان ماموروں کی نسبت وہ کہے کہ فلاں مامور جسے میں نے مبعوث کیا ہے۔ ایسا نکما۔ بزدل۔ نالائق۔ کمینہ سفلہ اور ہر قسم کے فضائل سے عاری اور بیگانہ ہے۔ تو کیا خدا تعالیٰ کی کوئی صفت اس کے ذریعہ سے قائم ہو سکے گی؟ حقیقت میں خدا کا ان کی تحمید اور مدارج اور فضائل بیان کرنا اپنے ہی جلال اور عظمت کی تحمید کے لئے ہوتا ہے۔ وہ تو اپنے نفس سے خالی ہوتے ہیں۔ اور ہر قسم کی مدح اور ذم سے بے پرواہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ سالہا سال اس سے پہلے جبکہ نہ کوئی مقابلہ تھا نہ گرد و پیش میں کوئی مجمع تھا۔ نہ یہ مجلس اور اس کی کوئی تمہید تھی اور نہ دنیا میں کوئی شہرت تھی۔ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میری نسبت یہ فرمایا۔

یحمدک اللّٰہ من عرشہ

فرمایا میں اپنے قلب کو دیکھ کر یقین کرتا ہوں۔ کہ کل انبیاء علیہم السلام طبعاً ہر قسم کی تعریف اور مدح وثنا سے کراہت کرتے تھے۔ مگر جو کچھ خدا تعالیٰ نے ان کے حق میں بیان فرمایا ہے اپنے مصالح کی بنا پر فرمایا ہے۔ اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ یہ الفاظ میرے نہیں خدا تعالیٰ کے الفاظ ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کی عزت و جلال محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت اور عظمت اور جلال خاک میں ملا دیا گیا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت حسین کے حق میں ایسا غلو اور افرا کیا گیا ہے۔ کہ اس سے خدا کا عرش کانپتا ہے۔

فرمایا میں حلفاً کہتا ہوں۔ کہ میرے دل میں اصلی اور حقیقی جوش یہی ہے۔ کہ تمام محامد اور مناقب اور تمام صفات جمیلہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کریں۔ میری تمام تر خوشی اسی میں ہے۔ اور میری بعثت کی اصلی غرض یہی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی توحید اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا میں قائم ہو۔ میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ میری نسبت جس قدر تعریفی کلمات اور تحمیدی باتیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں۔ یہ بھی درحقیقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہیں۔ اسلئے۔ کہ میں آپ کا ہی غلام ہوں اور آپ ہی کی مشکوٰۃ نبوۃ سے نور حاصل کرنے والا ہوں۔ (۳۱ مئی سنہ ۱۹۰۱ء)

ضمیمہ شحنۂ ہند اور شیخ عبدالرشید صاحب

۱۲ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء کی شام کو شیخ عبدالرشید صاحب زمیندار و تاجر میرٹھ جو آج ہی آئے تھے۔ حضرت اقدس سے نماز سے فارغ ہوتے ہی ملے۔ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے ان کو حضرت سے انٹروڈیوس کرایا۔ ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ کے متعلق ذکر آنے پر شیخ عبدالرشید صاحب نے عرض کی۔ کہ میں نے تو ارادہ کر لیا تھا۔ کہ بذریعہ عدالت اس کے سخت مضامین توہین آمیز پر نوٹس لوں۔ حضرت حجۃ اللہ نے فرمایا

ہمارے لئے خدا کی عدالت کافی ہے۔ یہ گناہ میں داخل ہوگا اگر ہم خدا کی تجویز پر تقدم کریں۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ صبر اور برداشت سے کام لیں۔

آپ اپنی ذات اور نفس کو درمیان میں لانا ہی نہیں چاہتے تھے۔ قابل غور یہ امر ہے۔ کہ آپ خود نالش کرنے والے نہ تھے۔ لیکن آپ کا ایک خادم قانون سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے لیکن آپ کے رحم و حلم اور توکل علی اللہ کی قوتیں اس قدر غالب ہیں۔ کہ آپ تمام معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ کس قدر ادب اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے اس مشیر کلام کا ہے جو آپ پر نازل ہوتا ہے۔ عقلمندوں کے لئے اس میں درس بصیرت ہے۔

آریہ سماج قادیان کا جلسہ

قادیان کی آریہ سماج کا جلسہ کئی سالوں سے بند تھا۔ اس سال ان کو بھی اپنا جلسہ کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ ۴-۵-۶-۷ اپریل سنہ ۱۹۳۶ء کو قادیان کے مغربی جانب دیانند پرائمری سکول میں ہوا۔ پروفیسر رام دیو جی پردھان آریہ پرتی ندھی سبھا اور پنڈت بدھ دیو جی ودیا النکار اور بعض دیگر آریہ لیکچرار آئے ہوئے تھے۔

غالباً ۱۹۱۲ء کی بات ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ ابھی تک تخت خلافت پر متمکن نہیں ہوئے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منشاء مبارک کے ماتحت یو پی کے بعض عربی مدارس کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اس سلسلہ میں حضور گوروکل کانگڑی بھی معائنہ فرمانے گئے تھے۔ حضرت امیر المومنین اور آپ کے ساتھیوں کی خدمت پروفیسر رام دیو جی کے سپرد کی گئی تھی۔ جو اس وقت گوروکل میں پروفیسر تھے جماعت احمدیہ کے دل میں اس واقعہ کی یاد موجود تھی۔ چنانچہ پروفیسر صاحب کی آمد پر جماعت احمدیہ قادیان نے بھی آپ کا استقبال کیا۔ اور پھولوں کے ہار گلے میں ڈالے۔

پنڈت بدھ دیو جی بھی آریہ سماج کی ایک مشہور شخصیت ہیں خصوصاً حیدر آباد دکن کے ایک مباحثہ میں سناتن دھرمی مناظر کے مقابلہ میں انہوں نے سوامی دیانند جی کی تصویر کو جوتی مار کر اور بھی غیر معمولی شہرت حاصل کر لی تھی۔

ان کے سوا بھی اور لیکچرار آئے ہوئے تھے جن میں ایک پنڈت سادھو رام بی۔ اے۔ مولوی فاضل بھی تھے۔ انہوں نے نہایت بدتہذیبی کے ساتھ حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر اپنی تقریر میں کیا۔ اور ہر ایک بات اشتعال انگیز اور شرارت سے بھری ہوئی تھی۔

ان کو اس بیہودہ گوئی کا جواب ہماری جماعت کی طرف سے [illegible] دیا جانا نہایت ضروری سمجھا گیا۔ چنانچہ ۱۸ مارچ کی شام کو نو بجے زیر صدارت حضرت میر قاسم علی صاحب ایک زبردست جلسہ ہوا۔ مہاشہ محمد عمر صاحب اور گیانی واحد حسین صاحب نے آریہ سماج کی تدیمہ تہذیب کو ظاہر کرنے کے علاوہ ان کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا۔ جلسہ رات کے گیارہ بجے دعا پر ختم ہوا۔ چونکہ اس وقت آریہ سماج کا بھی جلسہ ہو رہا تھا لہٰذا اعلان کر دیا گیا۔ کہ اگر کل پھر ضرورت پیش آئی تو مزید حساب بھی صاف کر دیا جائیگا۔

روایات

حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحب

(۱)

ایک دفعہ ایک رئیس راولپنڈی سے حضور کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی۔ کہ آپ میرے ساتھ راولپنڈی چلیں میں آپ کو سو روپیہ روزانہ دونگا۔ آپؓ نے فرمایا کہ میں حضرت اقدس کی اجازت کے بغیر نہیں جا سکتا۔ اس لئے وہ رئیس حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میں مولوی صاحب کو جہاں بھیجوں وہ چلے جائیں گے۔ مگر میں ان کو اپنے سے جدا نہیں کر سکتا۔

(۲)

حضرت خلیفہ اوّلؓ نے دھرم پال کی ایک کتاب کے جواب میں ایک کتاب لکھی اسکے تمام اعتراضات کا جواب لکھا جب حضرت اقدس سے دریافت کیا کہ حضور اس کتاب کا نام کیا رکھا جائے۔ تو فرمایا۔ کہ نور الدین ہی رکھیں۔

(ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت اقدس کو حضرت خلیفہ اوّلؓ سے کسقدر محبت تھی۔)

(۳)

ایک دفعہ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کے بھائی نواب احسن علی خاں صاحب قادیان میں تشریف لائے۔ نواب صاحب نے عرض کی۔ کہ حضور میرے بھائی آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ حضور مسجد مبارک میں بیٹھ گئے۔ نواب صاحب ملے۔ نواب صاحب نے عرض کیا۔ کہ میں اس لئے آیا ہوں۔ کہ آپ سے دریافت کروں۔ کہ کیا یہ بات کہ میں حضرت حسین سے بڑھ کر ہوں۔ آپ نے لکھی ہے۔ یا آپ کے کسی مرید نے لکھی ہے۔

فرمایا۔ میں نے لکھی ہے۔ کیونکہ کسی سے بڑھنا یا کم ہونا انسان کے اپنے اختیار میں نہیں۔ بلکہ خدا کے اختیار میں ہے۔ اور اگر میں مفتری ہوں۔ تو خدا تعالیٰ مجھے ایک رات کی بھی مہلت نہ دے۔

فرمایا میں ایک جوہری ہوں۔ خدا کے کہنے کے مطابق میں ان سے بڑا ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں اس لئے کہ ان کی پرستش انتہا کو پہنچ گئی ہے اس لئے خدا نے مجھے یوں کہا۔

فرمایا۔ کہ لوگوں نے ان بزرگوں کے ناموں کو مراسیوں کی کلاآن کی طرح رٹ لیا ہے۔ یہ لوگ مرنے کے بعد دیکھ لیں گے۔ کہ یہ بزرگ نہ ان کے اور نہ یہ ان بزرگوں کے ہونگے۔

(۴)

ایک سید مہر علی شاہ کا خلیفہ عبد اللہ شاہ صاحب یہاں آئے۔ جب حضور ظہر کی نماز پڑھ چکے۔ تو انہوں نے کہا کہ میں نشان دیکھنے کے لئے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھنے والے کے لئے ہر ایک بات نشان ہے۔ اور بے سمجھ کے لئے کوئی چیز بھی نشان نہیں ہو سکتی۔

فرمایا کیا یہ نشان نہیں۔ کہ میں ایک کمزور انسان ہوں۔ اور انواع اقسام کے امراض مجھے لاحق ہیں۔ اور ساری دنیا میری مخالف ہے۔ پھر کیا کوئی ایسی حالت میں افترا کر سکتا ہے۔ کیا یہ نشان نہیں۔ بتاؤ مجھے کونسی ہوس ہے۔ اگر میں جھوٹا ہوتا۔ تو اس حالت سے تنگ پڑ جاتا۔ میری یہ استقامت کوئی کم نشان ہے۔

(۵)

حضور کی عادت تھی۔ کہ حضور لوگوں کے علم کے موافق مثالیں بیان فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک جمعہ میں بہت سے جاٹ شامل ہوئے۔ آپ نے ان کے لئے پنجابی میں تقریر کی۔ حالانکہ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ اس تقریر میں آپ نے ایک لفظ کو ظاہر کرنا چاہا۔ مگر بوجہ لکنت ظاہر نہ کر سکے۔ تب مجھے وہ حدیث یاد آگئی۔ کہ مہدی کی زبان میں لکنت ہوگی۔ اس تقریر میں حضور نے یہ مثال بیان فرمائی تھی۔ کہ

دیکھو تم بیل خرید تے ہو۔ لیکن اگر نکما ثابت ہو تو قصابوں کے کام گوشت اور چمڑا آ جاتا ہے۔ لیکن اگر انسان نکما ہو تو نہ اس کا گوشت کام آ سکتا ہے۔ اور نہ ہی چمڑا۔

پھر فرمایا:۔

انسان کو گناہ کر کے مایوس نہ ہونا چاہیئے بلکہ توبہ کرنی چاہیئے۔ فرمایا۔ پانی کتنا گرم ہو۔ مگر وہ آگ کو بجھا دیتا ہے۔ پس توبہ بمنزلہ پانی کے ہے اور گناہ بمنزلہ آگ کے۔ اس لئے ہر وقت لوگوں کو استغفار کرنا چاہیئے۔

میں نے بہت دفعہ حضور سے کوئی وظیفہ پوچھا۔ تو حضور نے استغفار ہی بتایا۔

(۶)

ایک شخص کپور تھلہ کا آپ کو قرآن کریم سُنایا کرتا تھا وہ چلا گیا۔ تو میں نے عرض کی۔ کہ حضور مجھے اجازت دیں تو حضور نے اجازت دیدی۔ میں نے پہلے روز سورۂ یوسف سنائی۔ اور دوسرے دن سورۂ دہر۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ حافظ صاحب میں آپ کو تکلیف نہیں دینی چاہتا۔

(نوٹ) غالباً حافظ صاحب کی تکلیف کی وجہ سے روک دیا ہوگا

ہر ایک خریدار الحکم اسے ضرور پڑھے

میں نے شروع سال سے یہ اعلان کیا تھا۔ کہ میں الحکم کا ایک ماہوار ایڈیشن شائع کرونگا۔ میرے سامنے اس نمبر کے لئے کچھ خاص باتیں تھیں۔ مگر گذشتہ آٹھ نو ماہ سے میں بیمار چلا آرہا ہوں جس کی وجہ سے میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ جسم بہت کمزور ہو گیا ہے۔ اور میں اپنے آپ میں طاقت نہیں پاتا۔ کہ سر دست اس ماہوار ایڈیشن کا اہتمام کر سکوں۔ اور جبکہ خریداروں کو اس سے کوئی خاص فائدہ نہیں۔ تو ماہوار ایڈیشن کے نام سے ایک خاص نمبر نکالنا فضول ہے۔ اس لئے جب تک میں پوری صحت حاصل نہ کر لوں آئندہ کے لئے اس سلسلہ کو معذرت کے ساتھ ملتوی کرتا ہوں۔

(۲)

خریداران الحکم سے ایک ضروری بات

اسی سلسلہ میں میں ایک ضروری بات خریداران الحکم سے عرض کر دینی چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ اکثر احباب کی طرف سے نہایت ہی حوصلہ شکن معاملہ الحکم کے متعلق ظاہر ہو رہا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ وقت پر الحکم کی قیمت ادا نہیں فرماتے۔ گذشتہ ماہ میں تقریباً چالیس وی پی خریداران کی خدمت میں ارسال کئے گئے۔ اور مجھے نہایت ہی افسوس ہے۔ کہ چالیس میں سے ۲۵ وی پی واپس آگئے۔ اس واپسی نے میرے لئے ایسی مشکلات پیدا کر دیں۔ کہ اخبار کو وقت پر شائع کرنا بھی مشکل کر دیا۔ میں حیران ہوں کہ احباب کی ایسی بے توجگی کیوں ہے۔ زیادہ افسوسناک امر یہ ہے۔ کہ یہ لاپرواہی ایسے معزز حضرات کی طرف سے بھی عمل میں آئی ہے۔ کہ جن کے متعلق میں وہم بھی نہیں کر سکتا۔ کہ ان کو اخبار کی قیمت ادا کرنے میں کوئی دقت محسوس ہو سکتی ہے۔

اگر قارئین الحکم کا یہی طریق کچھ اور عرصہ رہا تو مجھے اندیشہ ہے۔ کہ یہ میرے لئے بھی حوصلہ شکن نہ ہو۔ میں احباب کو نہایت ادب سے توجہ دلاتا ہوں۔ کہ اگر اخبار کو زندہ رکھنا ہے۔ تو جلد قیمتیں ارسال فرما دیں۔ (محمود احمد عرفانی)

مجلس مشاورت ۱۹۳۶ء کا افتتاح

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی افتتاحی تقریر

قادیان ۱۰ اپریل۔ آج بعد نماز جمعہ و عصر جو مسجد نور میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے پڑھائیں۔ ساڑھے تین بجے مجلس مشاورت کا پہلا اجلاس تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہال میں شروع ہوا۔ اور تلاوت قرآن و دعا کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے افتتاحی تقریر شروع فرمائی۔ جو ساڑھے چھ بجے تک جاری رہی۔ جس میں حضور نے سب سے پہلے جماعت احمدیہ کو اپنی روحانی اصلاح اور تمام احکام اسلام پر پوری طرح عمل کرنے کی تلقین نہایت موثر و ہی مؤثر الفاظ میں فرمائی۔ پھر تبلیغ احمدیت میں ہر احمدی کو حصہ لینے کی تاکید کی۔ اور آخر میں سلسلہ کے مالی پہلو کو مضبوط بنانے کیلئے ایسی تجاویز پیش فرمائیں۔ جن میں سے بعض پر عمل شروع ہو چکا ہے اور بعض پر ہونیوالا

دیہات سدھار کا کام قادیان میں

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر

حضور نے مٹی کھودی۔ اور ٹوکریاں بھریں۔ اور مٹی ڈالی

حضرت امام نے مزدور کے مقام کو بلند کر دیا

انبیاء اور ان کے جانشین ہمیشہ غرباء کے لئے ابر رحمت ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق کے موقع پر بنفس نفیس اپنے ہاتھ سے کدال چلا کر مزدور کے سر کو ہمیشہ کے لئے اونچا کر دیا۔ تاریخ اسلام سلسلہ احمدیہ کے ذریعے اپنے آپ کو دوہرا رہی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جبکہ مسجد اقصیٰ کی توسیع اور مستورات کے لئے جمعہ کی نماز کے لئے کمرہ بنانے کی تجویز زیر غور تھی۔ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ نے جماعت سے مطالبہ کیا تھا۔ کہ جماعت اپنے ہاتھ سے مسجد میں سے مٹی نکال کر ایک کمرہ کی جگہ نکالے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ نے ساری جماعت کو لیکر اپنے ہاتھ سے کام کیا۔ اور مٹی کو پھینکا۔ اب خلافت ثانیہ میں اس سنت کے احیاء کی ایک اور صورت پیدا ہو گئی۔ اور وہ یہ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کچھ عرصہ سے جماعت کو اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی تحریک فرما رہے تھے۔ اور جماعت میں یہ روح پیدا کر رہے تھے۔ کہ وہ کسی کام کو ذلیل و حقیر نہ جانے۔ اور اس طرح تعیش کی زندگی کی طرف مائل نہ ہو جائے۔ چنانچہ نیشنل لیگ اور نظارت امور عامہ نے دیہات سدھار کی طرز پر کام شروع کر دیا۔ نظارت امور عامہ نے قادیان کے مغربی جانب جو راستہ پرانے اڈے خانہ کو جاتا ہے۔ اس راستہ کی اصلاح اور درستی کا کام شروع کر دیا۔ ناظر صاحب امور عامہ نے ۱۲ مارچ پچھلے ہفتہ اس کام کو شروع کیا۔ جماعت کے بڑے بڑے معززین نہایت شوق سے اس تحریک میں حصہ لینے کے لئے تشریف لے آئے۔ اور نہایت توجہ اور شوق سے یہ کام کرتے رہے دوسری دفعہ پھر نظارت نے ۲۸ مارچ کو ۵ بجے اس کام کو سرانجام دینے کے لئے اعلان لگایا۔ اس موقعہ پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز بھی تشریف لائے اور آتے ہی پہلے اس چھپڑ میں جو عیدگاہ کے راستے میں بھٹہ ٹھیکیدار مولوی عبداللطیف صاحب کے متصل ہے۔ کدال لیکر کام شروع کر دیا۔ یہ نظارہ بڑا ہی دلفریب اور ایمان پرور تھا۔ کہ حضرت امیر المومنین اپنے ہاتھ سے کدال چلا رہے تھے۔ اس طرح حضور نے اس سنت محمدی کا احیاء کیا۔ حضور کو ہاتھ سے کام کرتے ہوئے دیکھ کر ہر ایک شخص کے دل میں ایک زبردست جوش کی لہر پیدا ہو گئی۔ اور لوگ والہانہ طریق پر کام کرنے لگ گئے۔ وہ جگہ جہاں مٹی ڈالی جا رہی تھی۔ اور وہ جگہ جہاں سے مٹی نکالی جا رہی تھی۔ بہت فاصلے پر تھی۔ اس لئے احباب نے دو رویہ قطاریں بنالی تھیں۔ ایک طرف سے مٹی جا رہی تھی۔ دوسری طرف سے خالی ٹوکریاں واپس آ رہی تھیں۔ کام کرنے والوں میں خاندان نبوت کے فرزند۔ اور جماعت کے معزز سربرآوردہ لوگ موجود تھے۔ خانصاحب نواب محمد عبداللہ خاں صاحب بھی کام کر رہے تھے۔

احباب میں بہت بڑا جوش تھا۔ مگر ان کا جوش انہیں کچھ کام نہیں کرنے دیتا تھا۔ کیونکہ ٹوکریاں بہت کم تھیں۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کو کام کرتے دیکھ کر لوگوں میں اس قدر جوش بڑھا۔ کہ گھروں سے بالٹیاں۔ ٹوکریاں وغیرہ کے علاوہ روٹی رکھنے کے چھابے۔ اور چنگیریں تک لے آئے۔

ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب کا ذکر قابل ذکر ہے۔ انہوں نے مٹی ڈالنے کے لئے ایک خاص قسم کا لباس بنوا لیا ہے۔ اس لباس کی وضع و قطع قیدیوں کے لباس سے ملتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے تو اس خیال سے کہ صاف کپڑے خراب نہ ہوں۔ کپڑوں کے اوپر پہننے کے لئے یہ کپڑے بنوائے ہیں۔ سر میں مٹی نہ پڑے اسی کپڑے کا ایک کنٹوپ بھی بنوا لیا۔ مگر پہننے پر وضع و قطع ایسی بن گئی۔ جس کا اوپر ذکر ہوا ہے میر صاحب قبلہ نے دیکھ کر مسکراتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کے کان میں کہا۔ کہ آپ نے یہ کیا بنوا لیا۔ اس کی وضع تو قیدیوں کے لباس کی سی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا۔

ہم قیدیوں سے بھی بدتر ہیں۔

یہ کہہ کر دوڑ کر ٹوکری کی طرف گئے۔ اور اسے سر پر اٹھا لیا۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کیا بلحاظ اپنے پیشے کے اور کیا بلحاظ اپنے تقویٰ و طہارت کے جماعت کے ممتاز افراد میں سے ہیں۔ ان کا اس طریق پر ٹوکری اٹھانا بتلاتا ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے جماعت میں کیسی تبدیلی پیدا کی ہے جماعت کی یہ ٹریننگ بتلاتی ہے۔ کہ جماعت خدا تعالےٰ کے فضل سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی قیادت میں ہر قسم کے بوجھ کو اٹھانے کے لئے تیار ہے۔

دنیا کی تحریکوں میں بڑے لوگ خود پیچھے رہتے ہیں۔ اور متوسط اور چھوٹے طبقے کے لوگوں کو آگے کرتے ہیں۔ مگر سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تحریکوں میں بڑے لوگ کسی شخص سے بھی کسی تحریک میں پیچھے نہیں رہتے۔ نواب عبداللہ خاں۔ اور خاندان نبوت کے فرزندان۔ اور ناظروں اور جماعت کے ہر فرد کا یہ قدم قابل صد مبارک ہے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے صرف مٹی ہی نہیں کھودی بلکہ اس موقعے پر مختلف کام سرانجام دیئے۔ ان لائنوں میں پھر کر ایک ایک آدمی کو جلدی کرو۔ جلدی کرو کی تاکید فرماتے۔ اور ہر شخص کی حوصلہ افزائی فرماتے پھر جس جگہ مٹی ڈالی جا رہی تھی۔ وہاں جا کر اپنے ہاتھ سے مٹی کی متعدد ٹوکریاں ڈالیں۔

حضرت امیر المومنین کا مزدوروں کی صف میں کھڑے ہو کر خود کام کرنا نہ صرف جماعت میں زندگی کی روح پیدا کرتا ہے۔ اور نہ صرف سنت محمدیہ کا احیاء ہے۔ بلکہ قیامت تک کے لئے احمدی مزدور کے سر کو بلند کر دیتا ہے۔

نظارت امور عامہ اس فکر میں ہے۔ کہ وہ جلد ٹوکریوں یا بالٹیوں کا ایک سٹاک مہیا کر کے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا دے۔ اللہ تعالےٰ ان کے ارادے اور کام میں برکت ڈالے

(آمین)

حضرت امیر المومنین کے سفر یورپ کا ایک ورق

مکالمہ بمقام ہوٹل لیورا پیرس

۱۲/ اکتوبر ۱۹۲۴ء یوم یک شنبہ

حضرت والد صاحب قبلہ کے کاغذات میں یہ مکالمہ میری نظر پڑا۔ چونکہ یہ ایک نایاب چیز ہے۔ اس لئے میں اسے قارئین الحکم تک پہنچانے کا شرف حاصل کرتا ہوں۔ (ایڈیٹر)

کپتان:۔ آپ کا صحیح مشن کیا ہے۔ خلافت یا کچھ اور

حضرت:۔ ہمارا مشن اسلام کو دنیا میں پھیلانا ہے اور دنیا میں اسلام کے ذریعہ حقیقی امن قائم کرنا۔ خصوصاً مغربی ممالک میں۔

کپتان:۔ آپ نے اس مقصد کے لئے کیا پروگرام تجویز کیا ہے۔

حضرت:۔ ہمارا پروگرام بنا بنایا ہے۔ ہم پہلے سے اکثر ممالک میں کام کر رہے ہیں۔ اور دنیا کو اس بشارت کی طرف بلاتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ نے ہمارے سلسلہ کے بانی کے ذریعہ دی ہے۔ مختلف ممالک میں ہمارے مشن کام کرتے ہیں۔ انگلینڈ میں ہے۔ امریکہ میں تین سال سے ہے۔ جرمنی میں دو سال سے۔ ایسا ہی مغربی افریقہ گولڈ کوسٹ نائجیریا میں ہے۔ مصر میں ہے۔ ایشیا میں اکثر جگہ ہمارے مشن ہیں۔ بخارا۔ افغانستان۔ ایران طہران میں مشنری ہے۔ آسٹریلیا میں بھی ہے۔ اور ہالینڈ میں بھی تبلیغ کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ غرض جیسے جیسے حالات اور اسباب پیش آتے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ کی اشاعت کے لئے مشن قائم ہو رہے ہیں۔

کپتان:۔ آپ کے کام کو لوگ کس حد تک پسند کرتے ہیں؟

حضرت:۔ ہم اس اصول پر کام نہیں کر رہے۔ کہ لوگ اسکو پسند کرتے ہیں یا نہیں۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ اس آسمانی پیغام کو جو خدا نے بانی سلسلہ کے ذریعہ دیا پہنچانا ہمارا فرض ہے۔ اور اگر ساری دنیا بھی اس کو ناپسند کرے۔ اور مخالفت کرے تو بھی ہم اس تبلیغ کو روک نہیں سکتے۔ ہماری مخالفت ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ ہمیشہ جب خدا نے کسی نبی کو دنیا میں بھیجا ہے۔ تو لوگوں نے اس کی دعوت کی مخالفت کی ہے۔ مگر مخالفت انہیں اپنے کام سے نہیں روکتی۔ اسی طرح یہ سلسلہ خدا کے الہام اور وحی سے قائم ہوا ہے۔ پس ہم اس اصول پر کام نہیں کر رہے۔ کہ پہلے علم النفس کو دیکھیں۔ پھر اپنا کام شروع کریں بلکہ خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ ایک شخص کو کھڑا کیا ہے۔ تاکہ وہ دنیا میں حق کو پھیلائے۔ ہمارا کام اسکو پیش کرنا ہے۔ یہ نہیں دیکھنا کہ لوگ اس کو پسند کرتے ہیں یا نہیں۔ ہم کو خدا تعالیٰ کی صفات کے موافق تعلیم دینا ہے۔

کپتان:۔ خدا تعالیٰ کی صفات کے متعلق ذرا زیادہ وضاحت کریں۔

حضرت:۔ ہم خدا میں یقین رکھتے ہیں۔ ایسے طور پر کہ کوئی شک شبہ باقی نہ رہے۔

ہیں۔ کہ اس کی صفات ہمیشہ زندہ ہیں۔ ہم اس خدا پر یقین نہیں رکھتے۔ جس کی نسبت کہا جاوے۔ کہ وہ پہلے بولتا تھا۔ مگر اب خاموش ہے۔ اس نے موسیٰ سے کلام کیا۔ ابراہیم سے یعقوب داؤد وسلیمان سے کلام کیا اس نے یوسف اور مسیح ابن مریم کو اپنے کلام سے نوازا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بولتا رہا مگر اب کسی ... سے نہیں بولتا

نہیں۔ بلکہ ذاتی تجربہ کے ساتھ ہم مانتے ہیں۔ کہ اب بھی وہ اسی طرح کلام کرتا ہے۔ اور اسی صفت کلام کا اب بھی اسی طرح ظہور ہوتا ہے جس طرح دوسری صفات کا۔ ایسا ہی ہم یہ بھی یقین رکھتے ہیں۔ کہ جو شخص اس مقصد کے لئے آتا ہے۔ کہ اس کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی صفت کلام کا ظہور ہو۔ اور وہ خدا تعالیٰ پر ایک زندہ ایمان پیدا کرے۔ اور خدا تعالیٰ کی صفات کا جلوہ گر ہو۔ اس پر ہی یہ سلسلہ ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ وہ اپنے پیچھے ایسے لوگ چھوڑ جاتا ہے۔ جو اسی قسم کی قدرتیں اور قوتیں خدا تعالیٰ سے پاتے ہیں۔ وہ یہاں مٹی کی طرح کوئی کھیل نہیں دکھاتا۔ بلکہ مستقل طور پر اپنی قوتیں جو خدا سے اس کو ملتی ہیں اپنے سچے متبعین میں چھوڑ جاتا ہے۔ ہماری جماعت کے ہزاروں آدمی اس بات کا تجربہ رکھتے ہیں۔ اور میں بھی خدا کے فضل سے صاحب تجربہ ہوں یہ پہلا مرکزی نقطہ ہے۔ جو خدا کی صفات کے متعلق ہم پیش کرتے ہیں۔ اور اسی پر ہم قائم ہیں۔

کپتان:۔ کیا آپ کا دوسرے الفاظ میں یہ مطلب ہے کہ پرافٹ اعلیٰ نمونہ رکھتے ہیں۔

حضرت:۔ نہ صرف یہ کہ وہ اعلیٰ نمونہ ہوتے ہیں۔ بلکہ اعلیٰ نمونہ چھوڑ بھی جاتے ہیں۔ اور جب کہ مسیح نے کہا ہے درخت اپنے پھلوں سے شناخت کیا جاتا ہے اگر کسی مذہب کے ثمرات باقی نہیں ہیں تو وہ ان درختوں کی مانند ہیں جو خشک ٹہنیاں رکھتے ہیں۔ اور کسی قسم کا پھل نہیں دیتے۔ وہ زیادہ دیر تک باغ میں نہیں رکھے جا سکتے۔ وہ بدلنے کے قابل ہیں۔

کپتان:۔ آپ کے اس کلام کا خلاصہ کیا ہے؟

حضرت:۔ ہم زندہ خدا پر ایمان لاتے ہیں۔ جس کی صفات کے مظہر ہمیشہ پائے جاتے ہیں۔ اور اب بھی موجود ہیں۔

کپتان:۔ اور آپ کا کیا اصول ہے۔

حضرت:۔ دوسرا اصول جسکی بانی سلسلہ نے تعلیم دی وہ یہ ہے۔ کہ خدا ایک ہے۔ خدا کی وحدانیت کا یوں تو ہر مذہب دعویٰ کرتا ہے۔ مگر کوئی دعویٰ قابل پذیرائی نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کا ثبوت اور دلیل نہ ہو۔ ایمانیات کے متعلق جو دعویٰ ہو۔ وہ اعمال سے ثابت ہوگا۔ اور ثمرات سے۔ دوسرے مذاہب جب توحید کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تو امتیاز کے لئے پہلے توحید کی تعریف ہونی چاہیئے۔ ہمارے سلسلہ کے بانی نے فرمایا ہے۔ کہ اگر توحید کا اثر اعمال پر نہیں تو اس دعویٰ کی الفاظ سے زیادہ وقعت نہیں ہے آپ جانتے ہیں کہ ایسی بات کی کچھ بھی قیمت نہیں۔ کہ ایک شخص منہ سے تو کہے مگر اس کے اعمال سے وہ ظاہر نہ ہو۔ ہمارے سلسلہ کے بانی نے اس اصول کو قائم کیا ہے۔ کہ تمہارا ایمان تمہارے اعمال سے ظاہر ہو۔ جب تک تمام امور اور اعمال خدا کی مرضی کے موافق نہ ہوں۔ تو ہم تاجر ہوں یا دنیا میں کوئی اور شغل رکھتے ہوں۔ ہماری حرکت اور ہر فعل اس بات کا ماننے والے ہیں۔

کپتان:۔ اظہار توحید کا کیا طریق ہے۔ مثال سے واضح فرمائیے۔

حضرت:۔ ایک شخص دھوکہ دیکر یا چوری کر کے روپیہ پیدا کرتا ہے۔ تو ہم یہ کہیں گے کہ وہ خدا کی توحید پر ایمان نہیں رکھتا۔ بلکہ خدا ہی پر ایمان نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ خدا کے مقابلہ میں روپیہ

کو مقدم کرتا ہے۔ اور خدا کی صفت رحمان پر ایمان نہیں رکھتا۔

کپتان:۔ کوئی اور مثال۔

حضرت:۔ ہر قسم کے معاملات میں جب انسان خدا کی مرضی کے خلاف کرتا ہے۔ تو وہ توحید کے مقام کو چھوڑ دیتا ہے۔ ایک عورت اور مرد جو اچھے تعلقات نہیں رکھتے۔ اور وہ غلط راستہ کو اختیار کرتے ہیں۔ وہ خدا پر یقین نہیں رکھتے۔ اور اس کی قدرتوں اور طاقتوں پر ایمان نہیں لاتے کہ وہ ان حالات کو تبدیل کر سکتا ہے۔

کپتان:۔ میں جناب سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ایسے میاں بی بی خدا کی توحید پر ایمان رکھ سکتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ وہ باہم وفادار ہوں

حضرت:۔ نہیں وہ کبھی خدا پر ایمان نہیں رکھتے۔ وہ عورت یا مرد اس لئے بداخلاقی کو اختیار کرتے ہیں کہ وہ خدا کی اس قدرت اور صفت پر ایمان نہیں رکھتے کہ وہ ان حالات میں تبدیلی کر سکتا ہے۔

کپتان:۔ اگر وہ عورت وفادار نہیں ہے۔ تو اس کے لئے کیا تعزیر ہے۔

حضرت:۔ بانی سلسلہ نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ میں وہ بتاتا ہوں۔ پہلے آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم بانی سلسلہ کی نسبت یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ وہ کوئی نئی شریعت لیکر آئے تھے۔ بلکہ وہ قرآن کریم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ اور اسی شریعت کو قائم کرنے اور اس کی تجدید کے لئے خدا نے ان کو نبی کر کے بھیجا تھا۔ زیادہ صفائی کے ساتھ میں کہتا ہوں کہ جو مقام اور مرتبہ ان کو نبوت کا ملا۔ وہ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا نتیجہ تھا۔ گویا وہ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا ایک زندہ ثبوت تھے۔ ان کی آمد ایسی ہی تھی۔ جیسے حضرت موسےٰ کے بعد خدا نے یشوع کو کھڑا کیا۔ یا جس طرح پر موسوی سلسلہ میں ایلیا نبی تھے یا مسیح تھے۔

پس ہمارے بانی سلسلہ نے بتایا ہے۔ کہ بسا اوقات اختلافات کی وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ میاں بیوی ایک دوسرے کو سمجھتے نہیں۔ اور غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور باہم جھگڑنے لگتے ہیں۔ ایسے وقت میں قرآن مجید نے بتایا ہے۔ کہ ایک کمیشن تحقیقات کے لئے مقرر ہو حکماً من اھلہ وحکماً من اھلھا۔ یعنی ایک مرد کے قبیلہ کا آدمی اور ایک عورت کے خاندان کا۔ اور دونوں ملکر ان اسباب پر غور کریں۔ جو کہ اختلاف اور جھگڑے کا موجب ہوئے ہیں۔ اور پھر اس غلط فہمی کو رفع کر کے ان کو سمجھا دیں۔

کپتان:۔ کیا یہ پہلا کام ہے؟

حضرت:۔ نہیں یہ پہلا مرحلہ نہیں۔ پہلا مرحلہ یہ ہے کہ عورت اور مرد باہم ایک دوسرے کو غلط فہمی سے بچانے کی خود کوشش کریں۔ اس کے بعد یہ دوسرا مرحلہ ہے۔ اور اصل تو یہ ہے۔ کہ اسلام معاشرتی معاملات میں پہلے لوگوں کو تعلیم دیتا ہے۔ اور شادی سے پہلے دعاؤں کے ذریعہ خدا سے مدد پانے کی تعلیم ہے۔ پھر جب شادی کا موقعہ آتا ہے۔ تو لازماً اس موقعہ پر ایک سرمن (خطبہ) ہوتا ہے۔ اس میں خدا کی وحدانیت اور میاں بیوی کے فرائض کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور ان کو بتایا جاتا ہے۔ کہ ایک کے دوسرے پر کیا فرائض ہیں۔ اور اس تعلق کے بعد کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور ان کو بتایا جاتا ہے۔ کہ تم میں سے ہر ایک کو یہ یقین نہیں کر لینا چاہیئے۔ کہ تم میں کوئی نقص نہیں۔ اس لئے تمہارا فرض ہے کہ ان نقائص اور کمزوریوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے سے ملکر زندگی بسر کرو۔

(اس موقعہ پر مکرمی چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب تشریف لے آئے۔ وہ پیرس میں کل سے آئے ہوئے تھے۔ اور ہوٹل لارڈ میریلن میں مقیم تھے۔ مگر ان کو یہ معلوم نہ تھا۔ کہ حضرت کہاں ٹھہرے ہیں۔ انہوں نے لنڈن تار دیکر پتہ منگوایا۔ اور وہاں سے پتہ معلوم ہونے پر وہ حاضر ہوئے عرفانی)

کپتان:۔ ایسے تنازعات میں کس کے بیان پر فیصلہ ہوگا؟

حضرت:۔ ہم کو ایسے تنازعات میں قریبی لوگوں کے بیانات پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ اور ہمسائیوں سے مرد اور عورت کے مزاج کی تحقیقات کرنی ہوگی۔ تاکہ حقیقت معلوم ہو سکے۔ اور فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔ کہ کس کا قصور کس حد تک ہے۔

کپتان:۔ اشاعت اسلام میں یہ کیونکر معلوم ہو۔ کہ اسلام دوسرے مذاہب سے افضل ہے

حضرت:۔ یہ بہت صاف بات ہے۔ کہ اگر کوئی شخص ذرا فکر سے کام لے۔ تو اس پر یہ حقیقت کھل جائے گی۔ کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو انسان کو خدا تک پہونچا دیتا ہے۔ اور نجات کا وارث بناتا ہے۔ اور دوسرے مذاہب میں اب وہ قوت اور روح نہیں ہے پہلی بات یہ ہے۔ کہ اسلام کہتا ہے۔ کہ الہام کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے۔ دوسرے مذاہب اس کے مقابلہ میں کہتے ہیں۔ کہ اب کسی کو الہام نہیں ہوتا۔ اور یہ دروازہ اب بند ہے۔ اور نہ وہ کسی ایسے انسان کو پیش کرتے ہیں۔ جو یہ دعویٰ کرتا ہو۔ کہ اس سے خدا تعالیٰ کلام کرتا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے۔ کہ وہ عملاً مردہ ہیں۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ قرآن کریم کی تعلیم قانون قدرت کے موافق ہے۔ ہمارے سلسلہ کے بانی نے اسبات پر زور دیا ہے۔ اور زور ہی نہیں دیا بلکہ ثابت کر دکھایا ہے۔ اور ہم ہر وقت صداقت کو ثابت کرنے کو تیار ہیں۔ کہ اسلام کی کوئی تعلیم قانون قدرت کے خلاف نہیں ہے۔ خدا کا کلام اور خدا کا کام باہم ایک ہوتے ہیں۔

کپتان:۔ انسان کہتا کچھ اور ہے کرتا اور ہے۔

حضرت:۔ اسلام اس کو پسند نہیں کرتا۔ بلکہ وہ مومن کے قول اور فعل میں مطابقت کی تعلیم دیتا ہے۔ اس نے اسکو سخت ناپسند کیا ہے۔ کہ انسان زبان سے کچھ اور کہے اور عمل اور۔ پس جب خدا یہ پسند نہیں کرتا۔ کہ انسان کے کام اور کلام میں تفرقہ ہو۔ تو خود اس پاک ہستی کے کام اور کلام میں کیونکر تفرقہ ہو سکتا ہے۔

کپتان:۔ اس کو مثال سے بتائیں۔

حضرت:۔ عیسائی کہتے ہیں۔ کہ مسیح نے تعلیم دی ہے کہ کوئی تمہاری ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسری پھیر دو۔ بظاہر یہ تعلیم بہت خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔ مگر میں آپ سے ہی پوچھتا ہوں کہ کیا یہ تعلیم ایسی ہے کہ اس پر عمل ہو سکے؟ نہ تو خود انسان کی نیچر ایسی ہے۔ کہ وہ اس پر ہمیشہ عمل کر سکے۔ اور نہ اس کے نتائج ایسے ہو سکتے ہیں۔ کہ ان سے امن پیدا ہو۔ پس اسلام اس کو ناقص کہتا ہے۔ اور وہ اس کے مقابلہ میں ایک ایسی تعلیم دیتا ہے۔ جو ہر حالت میں مکمل اور واجب العمل ہے۔ میں ذرا کھول کر بیان کرتا ہوں۔ کہ کیا یہ سچ نہیں کہ اس تعلیم پر عمل کرنے سے بعض اوقات فتنہ بڑھتا ہے اور کیا یہ سچ نہیں کہ بہت سے لوگ فطرتاً ایسے ہوتے ہیں۔ کہ بجائے نرمی کے وہ سزا سے درست ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ تعلیم سائیکالوجی کے خلاف ہے۔ انسان دو قسم کی فطرت رکھتے ہیں۔ بعض عفو سے اصلاح پذیر ہوتے ہیں۔ اور بعض سزا سے۔ پس اس فطرت صحیحہ کو مدِ نظر رکھ کر اسلام یہ تعلیم دیتا ہے۔

جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفی واصلح فاجرہ علی اللہ اسلام سزا یا عفو کا مقصد اور غایت اصلاح قرار دیتا ہے۔ کہ اصل امر جو ہم کو مدِ نظر رکھنا ہے وہ اصلاح ہے۔ پس اگر اصلاح عفو سے ہو سکتی ہے تو عفو کرو۔ اور اگر سزا سے تو سزا دو۔ کیونکہ اس شخص کا ذاتی اور انسانیت کا بھلا اسی میں ہے۔ اگر صرف معاف کرتے جائیں تو نہ صرف وہ خود ہلاک ہوگا۔ بلکہ دوسروں کے لئے دکھ کا موجب ہو جائیگا۔

پس اسلام تعزیر عفو کا ایک مقصد قائم کر دیتا ہے عبودیت یہ نہیں بتلاتی کہ عفو کی غرض کیا ہے۔ اب اس ایک ہی تعلیم کے مقابلہ سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اسلام کی تعلیم اپنے ساتھ معقولیت ہی نہیں رکھتی بلکہ وہ فطرت انسانی کو مدِ نظر رکھ کر دی گئی ہے اور ہر پہلو سے مکمل ہے۔

ایک بات اور میں مثال کے طور پر لے لیتا ہوں وہ طلاق کا مسئلہ ہے۔ اور یہ عین انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ بعض وقت ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ کہ ان کا علاج سوائے طلاق کے نہیں ہو سکتا۔ شادی میں یہی خیال ہوتا ہے۔ کہ وہ خوشی سے زندگی بسر کریں گے۔ لیکن بعض ایسے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ کہ دونوں کی خیر خواہی علیحدگی میں ہوتی ہے۔ اور اگر ان کو الگ نہ کیا جائے تو یا تو وہ بداخلاقیوں میں مبتلا ہو جائیں گے ص۴م

ص۴م یا بعض دوسری قسم کی مصیبتوں میں گرفتار ہو کر زندگی ختم کر دیں گے۔ ایسی صورت میں اسلام ہی ہے جو طلاق کی تعلیم دیکر اصل علاج بتاتا ہے۔